کی ضرورت ہے۔

۱۹۔ بخاری/ فتح الباری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یقتل ببدر، حدیث: ۳۹۵۰، ۷/۳۵۱-۳۵۵:۔۔۔ **کان صدیقا لامیة بن خلف، و کان امیة اذامر بالمدینة نزل علی سعد، و کان سعد اذا مر بمکة نزل علی امیة، فلما قدم رسول اللہ ﷺ المدینة انطلق سعد معتمرا فنزل علی امیة بمکة۔۔۔**" اس مفصل حدیث میں دونوں شیوخ مکہ ویثرب کی صداقت واخوت کا باربار ذکر آیا ہے۔

۲۰۔ فتح الباری: ۴/ ۶۰۴-۶۰۵ ومابعد؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ۲/۱۷۲-۲۷۲؛ سہیلی الروض الانف، طبع قاہرہ غیر مورخہ، ۵/۱۰۵-۱۱۰؛ طبری، تاریخ، قاہرہ ۱۹۶۰ئ، ۲/۴۵۱؛ بلاذری،۱/۱۹۱۔ بحث کے لیے کتاب خاکسار 'مکی اسوہ نبوی' دارالقلم کراچی، ۲۰۰۸ئ،ص۱۷۸-۱۷۹۔ کتاب المغازی کے 'باب قتل ابی جہل' کے تحت یہی حدیث اپنے دوسرے طرف: ۳۹۷۱ میں بہت مختصر آئی ہے۔ فتح الباری، ۷/۳۷۳؛ ابن ہشام (۲/۲۲۸) میں ان کو قتل کرنے والوں کے دوسرے نام ہیں۔ بخاری اور فتح الباری کی بحث کو بہر حال ترجیح حاصل ہے۔ نیز ابن ہشام ، ۲/ ۳-۴؛ بلاذری، ۱۷۷-۱۸۰ بالترتیب صحیفۂ مقاطعہ و حلف عبدالمطلب وخزاعہ کے لیے۔ یہ دونوں معاہدے تحریری تھے۔ ان کے متون بھی ہیں۔ امام بخاریؒ کی طرح ان کے بیش تر معاصر اور پیش رو سیرت نگاروں اور محدثوں نے بہت سی روایات و احادیث کی تشریح و تبویب اپنے زمانے کے فنی وفقہی یا اسلامی وتشریعی اصطلاحات کے تناظر میں کی ہے۔ اس سے عہد نبوی کے معاملات وامور کی تفہیم مشکل ہوجاتی ہے۔موخر علماء وفقہاء نے اس ارتقائی فرق کو مدنظر نہیں رکھا۔

۲۱۔ قریشی اور دوسرے عرب کاروانوں کا ذکر کثرت سے روایاتِ سیرت وتذکرہ وتاریخ میں آتا ہے۔ ان پر ایک پورا تحقیقی مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔ جیسے شیخ بنی ہاشم عبدالمطلب ہاشمی کو 'صاحب عیرات قریش' کہا گیا ہے کہ ان کے کاروانِ تجارت مسلسل شام وغیرہ جایا کرتے تھے۔ ابن ہشام: ۱/۔۔۔ قریش قبیلہ کے کاروانوں کا الگ ذکر ملتا ہے۔ جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی قریشی کاروانوں کے ایک کارواں میں بھی شام گئے

تھے۔ ابن سعد: ۱ / ۹۹، عبداللہ بن جدعان تیمی کے ایک کارواں میں دو ہزار اونٹ تھے، جن پر شام سے گیہوں، گھی اور شہد وغیرہ جیسی چیزیں لائی گئیں۔ سہیلی: ۲ / ۷۶ ۔ ۷۸۔

۲۲۔ دوسرے تمام مآخذ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ متعدد ساداتِ قریش اور شیوخ عرب نے قرب و جوار کے ملکوں اور عرب قبیلوں سے معاہدے کیے تھے۔

۲۳۔ فضل الرحمن گنوری، تجارتی سود، طبع علی گڑھ۔ سودی کاروبار قریش وثقیف اور سود کی تحریم کی آیات قرآنی کی تفسیر وروایات میں اس کا حوالہ آتا ہے۔ اس پر تحقیق کی اب بھی گنجائش ہے۔

۲۴۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ: ۲ / ۲۹۲؛ سہیلی: ۲ / ۷۰ ۔ ۸۵ ومابعد

۲۵۔ فتح الباری: ۶ / ۶۷۵ ومابعد، کتاب المناقب، باب ابن اخت القوم منہم الخ؛ ابن اسحاق / ابن ہشام (۲ / ۲۲۹) نے حضرت عباسؓ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۲۶۔ کتاب خاکسار ’بنوہاشم و بنوامیہ کے معاشرتی تعلقات‘ کے مختلف ابواب میں بنوعبدمناف کے متحدہ خاندان ہونے کی روایات مختلف ادوار میں ملتی ہیں۔ مزید ملاحظہ کیجیے مقالۂ خاکسار ’بزرگ تر خاندانِ رسالت۔ بنوعبدمناف‘، شائع شدہ در ماہ نامہ معارف، اعظم گڑھ؛ ابن اسحاق / ابن ہشام، ۱ / ۱۰۳: **وکان بنو عبدمناف اھل بیت واحد، شرف بعضھم لبعض شرف، وفضل بعضھم لبعض فضل۔۔۔**" نیز مابعد

۲۷۔ اسد الغابۃ، ۳ / ۱۱۲ اور ۳ / ۱۰۸ بالترتیب

۲۸۔ حلف الفضول کی تحریک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی نے کی تھی اور ان کے شریک تجارت عبداللہ بن جدعان تیمی نے اس کی تصدیق کی اور دونوں نے مل کر قریش مکہ کے چند خاندانوں کے سربراہوں اور سرداروں کے ساتھ جناب تیمی کے گھر میں مظلوموں کی امداد کا معاہدہ کیا تھا۔ تجارتی شراکت وندیمی کے تعلقات نے ایک سماجی معاہدہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ ایک اہم واقعہ ہے جس پر اس پہلو سے غور نہیں کیا گیا۔ ابن کثیر، ۲ / ۲۹۲؛ سہیلی، ۲ / ۷۰ ۔ ۸۵ ومابعد

۲۹۔ ابن اسحاق / ابن ہشام، ۱ / ۹۳ ومابعد

☆☆☆

فتاویٰ عالم گیری ۔ المسوّیٰ کا ایک بنیادی ماخذ

ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ئ) نے حجۃ اللہ البالغہ میں کتب احادیث کی درجہ بندی میں امام مالک (م ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ئ) کی الموطا کو پہلا مقام عطا کیا ہے۔ اس فضیلت کے انھوں نے متعدد اسباب گنائے ہیں، مثلاً یہ کہ مؤطا کے مصنف بے مثل ہیں، اس کتاب میں صحت کا اہتمام کیا گیا ہے، جمہور اہل اسلام کے نزدیک وہ مقبول ہے، مقاصد کے استیعاب کے سلسلہ میں روئے زمین پر اس جیسی کتاب موجود نہیں ہے۔ اس کی فنی حیثیت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے، نیز یہ کہ مؤطا پر چاروں فقہ کی اساس ہے۔[۱]

مؤطا کی فضیلت کا اظہار و اعتراف شاہ صاحب سے قبل بعض دیگر ائمہ دین اور معروف محدثین کو بھی رہا ہے چنانچہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ/ ۸۱۹ئ)، حافظ مغلطائی (م ۷۶۲ھ/ ۱۳۶۱ئ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ئ) کے اقوال شاہ صاحب نے اپنی تائید میں پیش کیے ہیں۔[۲] مؤطا دورِ تبع تابعین کا محفوظ ترین علمی سرمایہ ہے، جس نے فقہ الحدیث کی بنیادیں فراہم کی ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب نے امام مالک کو امام محدثین وفقہاء قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کی تعمیر اور ان میں تطبیقی رجحان پیدا کرنے میں مؤطا امام مالک کا کردار بنیادی اور کلیدی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کی شروحِ موطا

شاہ ولی اللہؒ نے موطا کی دو شرحیں تحریر کی ہیں۔ ایک فارسی زبان میں ہے اور دوسری عربی زبان میں۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے:

(۱) المصفّٰی

یہ مؤطا کی فارسی شرح ہے، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی تکمیل شاہ صاحب کی حیات ہی میں ہوچکی تھی، البتہ مصروفیات نے موقع نہیں دیا کہ وہ اس کی اشاعت کی طرف توجہ دے سکیں۔ ان کے شاگرد رشید مولوی محمد عاشق پھلتی نے ان کی وفات کے بعد اس کی تکمیل و تدوین کی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وفات سے تین چار سال قبل (یعنی ۱۸/ شوال ۱۱۷۹ھ/ اپریل ۱۷۶۶ء کو) شاہ صاحب نے اسے مکمل کرلیا تھا، اس کی تہذیب و تدوین میں شاہ صاحب کے ایک دوسرے شاگرد خواجہ محمد امین کا سرگرم تعاون حاصل رہا، جنھوں نے مسوی کو سامنے رکھ کر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ۳۳

یہ کتاب ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں فاروقی پریس دہلی سے پہلی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ اس کے بعد اس کی کئی طباعتیں منظر عام پر آئیں، مثلاً مطبع مرتضوی دہلی، ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ئ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ئ، تراجم اردو، سید عبداللہ، مطبع احمدی، کلکتہ، ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ئ، الرحیم، جلد ۱، شمارہ ۵، اکتوبر ۱۹۶۳ء (نامکمل)۔

اس کتاب میں مؤطا کی جملہ احادیث کا فارسی زبان میں ترجمہ درج ہے۔ تشریح کے ذریعہ حنفی اور شافعی نقطہ ہائے نظر کی وضاحت کی گئی ہے اور ترجیحی پہلو کی نشان دہی سے گریز کیا گیا ہے۔ بیس (۲۰) صفحات پر مشتمل ایک طویل مقدمہ ہے، جس میں فضیلتِ مؤطا، مناقبِ امام مالک، فرق استنباط، ذکر ائمہ اربعہ، مراسیل و منقطعات، ترتیب و استیعاب مؤطا، مآخذِ مؤطا، مشائخ امام مالک اور اصول رجال اسانید امام مالک پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصفّٰی کے ابواب درج ذیل ہیں:

جلد اول: کتاب الصلوٰۃ (ص۲۲-۲۰۵)، کتاب الزکوٰۃ (ص۲۰۶-۲۳۰)، کتاب الصیام (ص۲۳۰-۲۶۶)، کتاب الحج (ص۲۶۶-۳۳۹)، کتاب البیوع

(ص ۴۰۴-۳۱۸)، کتاب الفرائض (ص ۴۱۸-۴۵۰)۔

جلد دوم: کتاب النکاح (ص ۳-۷۷)، کتاب احکام الخلافۃ (۹۳-۱۷۲)، کتاب الاحکام المتعلقۃ بالطعام (۱۷۲-۲۳۵)، کتاب الرقاق (۲۴۰-۲۸۴)، کتاب سیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ (۲۸۴-۳۱۲)۔

(۲) المسوّٰی

شاہ صاحب نے موطا امام مالک کے نسخۂ مصمودی کی ایک شرح عربی زبان میں کی ہے۔ اس کا نام المسوّی ہے، اس کی تالیف شاہ صاحب کی صراحت کے مطابق جمعہ ۲۶/ جمادی الاولی ۱۷۵۰ئ/ ۱۱۶۴ھ کو مکمل ہوئی۔ ۴؎ اس کی طباعتیں مطبع مرتضوی، دہلی ۱۲۹۳ئ، مکہ مکرمہ، غیر مورخہ، حیدرآباد، سندھ وغیرہ سے ہوئیں۔ اردو ترجمہ الرحیم، ج ۱، شمارہ ۵، اکتوبر ۱۹۶۳ئ، شمارہ ۶، نومبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔

شاہ صاحب نے مسوی کے مقدمہ میں اپنے طریقِ تحقیق اور منہج بحث کی وضاحت کی ہے، جو مصفی میں نہیں ملتی ہے۔ نیز یہ کہ انھوں نے ہر مسئلہ میں شافعی اور حنفی نقطہ ہائے نظر کو پیش کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں بنیادی فقہی مسالک ہیں، جنھوں نے امت کی علمی رہ نمائی کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مسوّیٰ میں انھوں نے احادیث کی ترتیب و تبویب، آیات قرآنی کے اضافے، امام مالک پر نقد وتعاقب کا دفاع اور مشکل الفاظ حدیث کی شرح پیش فرمائی ہے۔ ۵؎ اپنے منہج تحقیق کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

وقد اقتضى الحال فى بعض المواضع أن أفرّق الحديث فى بابين، فراعيت فى ذلک شرطه المعتبر عند أهله، وفى بعضها أن أذكر حديثاً مرّتين، فان كان باسنادين فبها، والا سقت الاسناد فى موضع وقلت: "قال مالک باسناده	بعض مقامات پر تقاضا ہوا کہ حدیث کو دو بابوں میں تقسیم کردوں۔ ایسا کرنے میں میں نے ماہرینِ فن کی معتبر شرائط کا خیال کیا ہے۔ کبھی ضرورت کا تقاضا ہوا کہ حدیث کو دوبار ذکر کیا جائے، چنانچہ جہاں جہاں ایسا کیا ہے وہاں اگر حدیث دو سندوں سے مروی ہے تو اسے ان میں ایک سند سے ایک جگہ اور دوسری

كذا و كذا" وقد استوعبت أحاديث المؤطا وآثاره في هذه النسخة، وكان من قوله من السنة كذا، أوكان استنباطاً برواية يحيىٰ بن يحيىٰ۔۶؎

سند سے دوسری جگہ نقل کیا ہے، ورنہ ایک سند والی حدیث میں ایک جگہ سند بیان کردی ہے اور دوسری جگہ صرف یہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے کہ امام مالک نے اپنی سند سے یہ اور یہ بیان فرمایا ہے۔ بہر حال میں نے مؤطا کی تمام احادیث وآثار کا احاطہ اس نسخہ میں کرلیا ہے۔ اس طرح امام صاحب نے جہاں جہاں یہ فرمایا ہے کہ 'یہ اور یہ سنت ہے' اس کو بھی بیان کیا ہے اور حضرت یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں جو استنباط ہے اس کو بھی پورا پورا بیان کیا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی قراءت وسماعتِ مؤطا کی سند پیش کی ہے جو اس طرح ہے:

اخبرنا بجميع ما في المؤطا رواية يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودی الاندلسی رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة الشيخ محمد وفد الله المكی المالكی قرقمنی عليه من اوله الى آخره بحق سماعه لجميعه على شيخی الحرم المكی الشيخ حسن بن علی العجيمی والشيخ عبدالله بن سالم البصری المكی...... اخبرنا والدی يحيىٰ بن يحيىٰ الليثی المصمودی سماعاً عن امام دار الهجرة مالک بن انس الخ۔ (مسوی بر حاشیہ مصفی، ج۱/ ۲۰-۲۱) دوسری بات یہ کہ اصحاب مالک میں یحییٰ بن یحییٰ مصمودی (م ۲۳۴ھ/ ۸۴۸ئ)، ابن قاسم (م ۱۹۱ھ/ ۸۰۶ئ) اور رضیع نے ان سے روایتِ مؤطا کی ہے۔ ۷؎

ابواب مؤطا بالعموم فقہی نوعیت کے ہیں، جن میں احادیث وآثار کی گونا گونی ہے۔ مسوی کا کمال اور اختصاص یہ ہے کہ ان ابواب کی خالص فقہی توجیہ وتشریح کی گئی ہے، البتہ شاہ صاحب کا یہ وصف ومنہج مسوی کی دوسری جلد میں نظر نہیں آتا، چنانچہ دونوں جلدوں میں فقہی ابواب کی تشریح کے دو الگ الگ مناہج نظر آتے ہیں۔ ایک میں فقہی کتب کی عبارتوں کے ذریعہ ابوابِ مؤطا کی وضاحت کی گئی ہے اور دوسرے میں محض ذاتی تشریحات و اقوال ہیں۔ اس دوسرے منہج میں، جو جلد دوم کا اختصاص ہے،

احادیث کی تشریح، مشکل الفاظ کا حل اور ذاتی آراء کو ترجیح حاصل ہے۔

المصفّٰی اور المسوّیٰ کا تقابلی مطالعہ

مسوی اور مصفی کے مقدمات اختصار تر اور جامع تر کا مصداق ہیں۔ مسوّی کے مقدمہ میں تشنگی پائی جاتی ہے۔ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اس کی وجوہ پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

"اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ خود شاہ صاحب مسوّیٰ کے مقدمہ کو مختصر رکھنا چاہتے ہوں اور مصفی میں تفصیل دینے کے حق میں رہے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسوی کے بعد جب مصفی کی تکمیل کی تو ان مباحث کو ضروری سمجھ کر اس میں اضافہ فرمادیا۔ بہرحال یقینی طور سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو بس یہ کہ مسوّیٰ کا مقدمہ بہت ہی مختصر، تشنہ اور ناکافی ہے اور مصفی کا مقدمہ مفصل، جامع اور کافی ہے"۔۸؎

مسوّیٰ اور مصفّیٰ کے تقابل سے دونوں کے ایجاز و اطناب کی کیفیت، نیز ان کے بعض امتیازات کا علم ہوتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ مصفّٰی میں امارت سے متعلق قرآنی آیات کی کثرت ہے، نیز ان کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا ہے، جو حضرت شاہ کے فارسی ترجمہ فتح الرحمن سے مختلف ہے، جب کہ مسوّیٰ میں آیات کی قلت ہے اور عربی میں ان کی ترجمانی بھی نہیں کی گئی ہے۔ گویا مصفّٰی میں احادیث سے متعلق، جب کہ مسوّیٰ میں فقہ سے متعلق بحثیں زیادہ ملتی ہیں، حالانکہ مصفّٰی کی فقہی بحثیں حجم اور کیفیت میں مسوّیٰ سے زیادہ وقیع ہیں۔

۲۔ احادیث سے علماء کے استنباطات کا ذکر مصفّٰی میں بہ کثرت ملتا ہے، جب کہ مسوّیٰ جلد اول میں اس سلسلے میں بالکل خاموشی ہے۔ البتہ علماء کے نقطۂ نظر کی وضاحت مسوّیٰ جلد دوم میں ملتی ہے۔ بہ الفاظِ دیگر مسوّیٰ کی جلد دوم میں فقہ کے مقابلہ میں احادیث کے مختلف پہلوؤں پر زیادہ توجہ صرف کی گئی ہے۔

۳۔ دونوں شروح میں حنفی اور شافعی نقطہ ہائے نظر کی وضاحت ملتی ہے، البتہ

مسویٰ کی جلد اول میں ان آراء کا بدون ترجیح تذکرہ ہے۔

۴۔ مسوّیٰ کا طریق، تعلیق وتحشیہ کا ہے، جو بہت مختصر تاویل وتشریح پر مشتمل ہے۔ چنانچہ جلد اول میں مؤطا کے ابواب اور ان کی احادیث کی تشریح وتاویل بہ مشکل نظر آتی ہے۔

۵۔ مسوّیٰ کی پہلی جلد میں زیادہ زور فقہی مباحث پر ہے، بالخصوص احناف وشوافع کے اختلافات کو دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور حوالے بھی نقل کیے گئے ہیں۔ معدودے چند فقہی اقوال بلا حوالہ نقل درج ہیں۔ مسوّیٰ جلد اول کی یہ شان دیگر تصانیفِ شاہ میں نظر آتی ہے۔

۶۔ مسوّیٰ کے مقابلے میں مصفّٰی کی شرح وتاویل حدیث اور فقہی مباحث مفصل ہیں، جب کہ مسوّیٰ کی ضخامت مصفّٰی کے ایک تہائی سے بھی کم ہے۔

المصفّٰی کی دونوں جلدوں میں المسوّیٰ محض تعلیق وتحشیہ کے انداز میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی جلد اول میں فتاویٰ عالم گیری کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جب کہ جلد دوم میں عالم گیری کا تذکرہ بالکل نہیں ہے۔ غالباً اس کی وجہ منہاجِ شاہ کا اختلاف ہے، جو دونوں جگہوں پر واضح طور سے نظر آتا ہے۔ جلد دوم میں فقہی مسائل یا احادیث کی تشریح و تاویل میں شاہ صاحب کے ذاتی اکتسابات اور اقوال کی فراوانی نظر آتی ہے۔ چنانچہ اس میں ہدایہ کا ذکر صرف دو جگہ (ص ۳، ۴) پر ہوا ہے، جب کہ جلد اول میں اس کا تذکرہ آٹھ مقامات پر ہے (ص ۸۹، ۹۱، ۹۴، ۲۸۸، ۳۰۶، ۳۷۰ (دوبار)، ۳۸۰) اسی طرح اقوال شافعی کا ذکر صرف چار مقامات پر ہے (ص ۶، ۳۶، ۴۳، ۲۳۶)۔

المسویٰ میں فتاویٰ عالم گیری سے استناد

مسوّیٰ میں فتاویٰ عالم گیری کو مصدر ومرجع بنانے کی بنیادی وجہ ہندوستان میں سماجی مسائل کا تنوّع اور مقتدر فقہاء کے ذریعہ اس کی تفہیم معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ کے اس استفادہ کی وجہ سے فتاویٰ عالم گیری کا مقام ومرتبہ اور اس کا تحقیقی

معیار و مقام مزید مستحکم ہو جاتا ہے۔ برصغیر میں فتاویٰ غیاثیہ (بلبن کے دور ۱۲۶۶ء کی یادگار) پہلا فقہی مجموعہ ہے۔ اس کے بعد فتاویٰ فیروز شاہی اور فتاویٰ تاتارخانی فیروز شاہ تغلق کے عہد کے اجتماعی دواوینِ فقہ و فتاویٰ ہیں، لیکن حضرت شاہ نے صرف فتاویٰ عالم گیری ہی کو لائقِ اعتناء سمجھا، جس کی وجہ سے برصغیر کے دیگر فتاویٰ کے بالمقابل صرف اسی کو شایانِ شان شہرت حاصل ہو سکی ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ فتاویٰ عالم گیری سے اخذ و استفادہ اور اس کے حوالہ کی حیثیت متن مصفّٰی کے حاشیہ و تعلیق کی ہے، چنانچہ مصفّٰی کے فارسی متن میں احادیث و آثار کے ساتھ نمبر ۱، ۲ اور ۳ کی وضاحت مسوّیٰ میں ص ۱ قلت، ص ۲ قلت، ص ۳ قلت کے انداز سے کی گئی ہے، لہٰذا ذیل کی سطور میں ابواب وفصول یا مسائل کی جو نشان دہی ہوگی وہ دراصل مصفّٰی میں مندرج احادیث کی وضاحت ہوگی۔ اس ضمن میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ''ص ۱، ۲، ۳ قلت'' کا اسلوبِ شاہ ترجیحی طور پر براہ راست فتاویٰ عالم گیری سے استفادے پر دلالت کرتا ہے اور جہاں جہاں 'وفی العالمکیریۃ' لکھا ہوا ملتا ہے وہاں دیگر مآخذِ فقہ کے ساتھ فتاویٰ عالم گیری کا ذکر مقصود ہے۔

دوسری وضاحت یہ کہ مصفی میں مذکور احادیث کے اواخر میں نمبر (۱، ۲، ۳) درج ہیں اور حاشیہ کے طور پر پوری مسوّیٰ کو درج کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مقالے میں نمبر شمار کے جو حوالے پیش کیے گئے ہیں وہ ابواب مصفّٰی کے ہیں۔

مسوی میں فتاویٰ عالم گیری کے پچھتّر (۷۵) حوالے موجود ہیں۔ تمام حوالوں کی تفصیلات قاری کے لیے الجھن کا باعث ہوں گی، لہٰذا یہاں صرف انتیس (۲۹) حوالوں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے اور ان کا اردو میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ باقی حوالوں کے صرف صفحات کی تعیین کر دی گئی ہے۔۹؎

۱۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ عمل قلیل سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ عالم گیریہ میں ہے کہ اگر نمازی اپنے کندھے پر کسی بچے کو بٹھا لے یا کوئی کپڑا رکھ لے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن اگر کوئی ایسی چیز کندھے پر رکھے جسے اٹھائے رہنے میں اسے

مشقت ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (**کتاب الصلوٰۃ، باب العمل الیسیر لا یبطل الصلوٰۃ، ۱/ ۱۲۴**)

۲- عالم گیریہ میں ہے کہ اگر مقتدی امام سے قبل رکوع اور سجدہ سے اپنا سر اٹھالے تو دوبارہ سر جھکالے۔ ایسا کرنے سے اس کے دو رکوع اور دو سجدے نہیں ہو جائیں گے۔ (**کتاب الصلوٰۃ، باب یجب اتباع الامام فی جمیع الحالات، ۱/ ۱۳۳**)

۳- عالم گیریہ میں ہے کہ مستحب قراءت سے زیادہ قراءت نہ کرے اور مقتدیوں کو مشقت میں مبتلا نہ کرے، بلکہ تکمیل اور استحباب کے ساتھ تخفیف سے کام لے۔ (**کتاب الصلوٰۃ، باب علی الامام ان یخفف فی الصلوٰۃ، مسوی، ۱/ ۱۳۴**)

۴- عالم گیریہ میں ہے کہ چھوٹی ہوئی نماز اور ادا نماز کے درمیان، اسی طرح چھوٹی ہوئی نمازوں کے درمیان ترتیب ہونی چاہیے۔ چنانچہ بغیر عذر کے چھوٹی ہوئی نماز کی قضا سے قبل وقت کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (**باب یقضی الفائتۃ قبل الوقتیۃ، ۱/ ۱۴۰**)

۵- عالم گیریہ میں ہے کہ سنتوں کی قصر نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے مسافر کے لیے سنتوں کا ترک کرنا جائز قرار دیا ہے، مسلک مختار یہ ہے کہ نمازی حالتِ خوف میں سنتیں نہیں پڑھے گا، لیکن امن و سکون کی حالت میں انھیں پڑھے گا۔ (**باب قضاء فائتۃ السفر بیان قضاء فائتۃ السفر، ۱/ ۱۴۵**)

۶- عالم گیریہ میں ہے کہ اس معاملے میں نمازی نماز کا آغاز قبلہ رخ ہو کر کرے یا ابتدا میں اس جانب اس کی پشت ہو، دونوں برابر ہے۔ اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ سواری پر وتر کی نماز پڑھنی جائز ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔ (**باب جواز التنفل علی الدابۃ فی السفر حیث ما توجھت بہ، ۱/ ۱۴۶**)

۷- عالم گیریہ میں ہے کہ مریض اور مسافر سے جمعہ ساقط ہونے کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ شدید بارش ہو رہی ہو یا ظالم بادشاہ کے خوف سے وہ روپوش ہوں۔ البتہ اگر وہ ادا کر لیتے ہیں تو فرض ادا ہو جائے گا، ورنہ صرف نیت کر لیں تب بھی کافی ہوگا۔ (**باب لا جمعۃ علی مریض و لا مسافر، فان صلاھا احدھما وقعت عن**

الفرض و ان امّ فیھا جاز۔ ۱/۱۵۶)

۸۔ عالم گیریہ میں ہے کہ سنت اگر اپنے وقت پر ادا نہ کی جا سکے تو اس کی قضا کی ضرورت نہیں ہے، البتہ فجر کی سنت کا اس سے استثنا ہے، کہ اگر فجر کی فرض نماز بھی چھوٹ گئی ہو تو زوال سے پہلے فجر کی فرض اور سنت دونوں کی قضا کر لینی چاہیے، تنہا سنت کی قضا لازم نہیں ہے، البتہ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ تنہا فجر کی سنت کی بھی قضا کر لینی چاہیے۔ (باب قضاء رکعتی الفجر، ۱/ ۱۶۵)

۹۔ نوافل کو گھر میں ادا کرنا چاہیے۔ عالم گیریہ میں ہے کہ تراویح کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ البتہ مسجد اور گھر دونوں جگہیں اس معاملہ میں برابر ہیں، لیکن ریا کاری سے دور رہنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اخلاص پیدا کرنا چاہیے۔ (باب الافضل للنافلۃ ان تکون فی البیوت، ۱/ ۱۶۷)

۱۰۔ عالم گیریہ میں ہے کہ مباح وقت میں نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اگر واجب ہوجائیں تو انھیں مکروہ وقت تک مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر وہ مکروہ وقت میں واجب ہوئے ہوں تو ان اوقات کے اندر ان کی ادائی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (باب خمس ساعات یکرہ الصلوٰۃ فیھا، ۱/ ۱۹۴)

۱۱۔ امام شافعی کے نزدیک نماز جنازہ میں فاتحہ کی قراءت فرض ہے جب کہ اس میں احناف قراءتِ فاتحہ کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں۔ عالم گیریہ میں ہے کہ اگر دعا کی نیت سے فاتحہ پڑھی تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر قراءت کی نیت سے پڑھی تو ناجائز ہے۔ (باب ھل یقرأ الفاتحۃ فی صلوۃ الجنازۃ، ۱/ ۲۰۰)

۱۲۔ عالم گیریہ میں ہے کہ ابن شہابؒ نے نماز جنازہ میں چھوٹی ہوئی تکبیر کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کیا۔ (باب المسبوق فی صلاۃ الجنازۃ کیف یفعل، ۱/۲۰۱)

۱۳۔ عالم گیریہ میں ہے کہ مصیبت کا مارا نوحہ اور سینہ کوبی نہیں کرے گا، البتہ رقّتِ قلب کے ساتھ پست آواز میں رونا جائز ہے۔ (باب مایقولہ المصاب، ۱/ ۲۰۳)

۱۴- عالم گیریہ میں ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کھودنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر زمین غصب والی ہو، یا حق شفعہ کا خیال نہ رکھا گیا ہو تو ایسی قبر کھودی جاسکتی ہے۔ اگر مردہ کو قبلہ رخ نہ لٹایا گیا ہو تو قبر نہیں کھودی جائے گی، البتہ اگر قبر میں کوئی قیمتی چیز چھوٹ گئی ہو تو اسے نکالنے کے لیے قبر دوبارہ کھودی جاسکتی ہے۔ (باب تحریم النبش، ۱/ ۲۰۵)

۱۵- عالم گیریہ میں ہے کہ قبر پر عمارت تعمیر کرنا یا اس پر بیٹھنا یا سونا یا ٹیک لگانا یا پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (باب القعود علی القبور والتوسد علیھا، ۱/ ۲۰۵)

۱۶- عالم گیریہ میں ہے کہ زکوٰۃ ایسا فرض ہے جس کا انکار کرنے والا قتل کردیا جائے گا اور وہ کافر قرار پائے گا۔ (باب قتال من منع الزکوٰۃ، ۱/ ۲۰۷)

۱۷- حضرت عمرؓ نے جانوروں کا نصاب متعین کیا تھا، جس کی رو سے ایک چراگاہ یا مختلف چراگاہوں میں شرکت یا غیر شرکت کے جانور کسی کے پاس ہوں تو دونوں کو ملا کر نصاب متعین کیا جائے گا۔ (باب کتاب عمر رضی اللہ عنہ فی الصدقۃ، ۱/ ۲۱۰)

۱۸- جس شخص کے پاس بدن ڈھانپنے کے بعد ایک دن کی خوراک نہ ہو، صرف وہی فقیر ہے۔ ایسے فرد کے لیے صدقہ لینا جائز ہے۔ (باب النھی عن السوال لمن یقدر علی الکسب او عندہ نحو اوقیۃ، ۱/ ۲۲۹)

۱۹- حدیث میں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور چاند دیکھ کر روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عالم گیریہ میں ہے کہ زوال سے قبل یا اس کے بعد اگر چاند نظر آجائے تو اس کو دیکھ کر روزہ رکھا جائے گا نہ افطار کیا جائے گا، کیوں کہ یہ چاند آنے والی رات کی علامت ہے۔ (باب یجب الصوم والفطر برویۃ الھلال فان غم اکملو اثلثین ثم صامو ا او افطروا، ۱/ ۲۳۶)

۲۰- طلوع فجر کے سلسلے میں اس کی ابتدا کا اعتبار ہوگا یا سورج کے پھیل

جانے کا اور اس کے پورے طور پر نمایاں ہونے کا؟ عالم گیریہ میں ہے کہ پہلی صورت کا اعتبار کرنا احتیاط کا تقاضا ہے۔ (**باب یاکل ویشرب حتی یتبین الصبح المستطیر، ۱/۲۳۷**)

۲۱۔ عالم گیریہ میں ہے کہ اگر مسافر کو گمان گزرے کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے، حالاں کہ طلوعِ فجر ہو چکا ہو۔ اسی طرح اگر اسے یہ گمان گزرے کہ سورج غروب ہو چکا ہے، حالاں کہ ابھی اس کے غروب ہونے میں کچھ وقت باقی ہو تو وہ اس دن کے روزے کی قضا کرے گا، البتہ اس کے اوپر کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ (**باب المسافر اذا اراد ان یدخل بلدہ او ل یوم یستحب لہ الصوم۔ ۱/۲۴۵**)

۲۲۔ عالم گیریہ میں ہے کہ علماء کی اکثریت کے نزدیک تنہا یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ نویں اور دسویں دونوں ایام کا روزہ رکھ لیا جائے۔ (**باب یستحب صوم یوم عاشورائ، ۱/۲۵۴**)

۲۳۔ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزہ رکھنے کو صحیح مسلم کی حدیث میں صوم الدہر کہا گیا ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ یہ عمل مستحب ہے اور رمضان کے فوراً بعد ایک ساتھ چھ روزہ رکھنا افضل ہے، البتہ ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ الگ الگ یا ملا کر دونوں مکروہ ہیں، ابو یوسف کہتے ہیں کہ ملا کر رکھنا مکروہ ہے، البتہ الگ الگ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عالم گیریہ میں اس کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔ (**باب صوم ستۃ من شوال، ۱/۲۵۶**)

۲۴۔ عالم گیریہ ہے کہ اگر دوران اعتکاف شوہر بھول کر بھی دن یا رات میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرلے تو خواہ مادۂ منویہ باہر آئے یا نہ آئے، اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (**باب یحرم علی المعتکف مباشرۃ المرأۃ، ۱/۲۶۴**)

۲۵۔ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کرنے کا حکم ہے۔ عالم گیریہ میں ہے کہ وہاں جمع بین الصلوتین کے لیے خطبہ، سلطان، جماعت اور احرام وغیرہ شرائط میں سے نہیں ہیں۔ (**باب یجمع بین المغرب والعشاء بمزدلفۃ، ۱/۲۲۳-۲۳۳**)

۲۶۔ طواف صدر کے بارے میں عالم گیریہ میں ہے کہ حاجی جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اس پر طواف وداع واجب ہے، البتہ اہل مکہ اور عمرہ کرنے والے پر طواف صدر واجب نہیں ہے۔ (**باب طواف الوداع، ۱/۳۳۱**)

۲۷۔ جو شخص سواری پر نہیں بیٹھ سکتا اس کی جانب سے حج کے سلسلے میں عالم گیریہ میں ہے کہ حج کی شرائط میں سے ہے کہ آدمی صحت مند ہو۔ اگر اس کا کولہا خراب ہو، وہ کسی موذی مرض میں مبتلا ہو، مفلوج ہو یا اس کے دونوں پاؤں کٹ گئے ہوں تو ایسے شخص پر حج واجب نہیں ہے۔ ایسا شخص نہ کسی سے حج کرواسکتا ہے اور نہ اس کی جانب سے کوئی دوسرا شخص حج کرسکتا ہے، البتہ وارث اپنے مورث کی اجازت کے بغیر حج کرسکتا ہے اور یہ حج ادا ہو جائے گا۔ (**باب الحج عمن لا یستطیع ان یثبت علی الراحلۃ، ۱/۳۳۶**)

۲۸۔ خرید وفروخت کے لیے طرفین کا جائز شرائط پر معاہدہ کرنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں عالم گیریہ میں ہے کہ اس کی شرائط میں مال کا فی نفسہٖ موجود ہونا، بائع جو چیز بیچنا چاہتا ہے اس کا تعلق اسی سے ہونا، مال کا ظاہر ہونا، کسی نہ کسی حال میں رضا مندی کا ہونا وغیرہ، ضروری ہیں۔ دوسری بات یہ کہ بعض خریداری ایسی ہوتی ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، یا وہ بیع وشراء فاسد ہوتی ہے، مثلاً درہم کا درہم کے ذریعے وزن اور صفت میں برابر ہونا۔ یہ بیع فاسد کہلاتی ہے۔ (**باب یشترط فی کل عقد ان یکون بتراضی العاقدین وان لا یکون عقداً علی باطل۔ ۱/۳۴۲**)

۲۹۔ اجرت پر لین دین کے ضمن میں عالم گیریہ کی تفصیلی عبارت درج کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اجرت پر لینے والے کو اجرت پر دینے کا اختیار ہے، ان چیزوں میں جن کی طرف لوگ زیادہ مائل نہیں ہوتے ہیں، مثلاً اجرت پر گھر لینے کے بعد اسی قدر رقم پر یا زیادتی کے ساتھ دوسرے شخص کو اجرت پر دینا جائز ہے، البتہ اگر اسی جنس میں زیادتی ہوگی تو یہ ناپسندیدہ عمل ہوگا۔ (**باب الاجارۃ، ۱/۳۹۲**)

تجزیہ اور خلاصۂ بحث

گذشتہ بحث کا خلاصہ درج ذیل نکات کی شکل میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ فتاویٰ عالم گیری کو شاہ ولی اللہؒ نے مصفّٰی میں وارد تقریباً پچھتر (۷۵) احادیث و آثار کے ضمن میں مرجع و مصدر کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اور یہی پوری تفصیل مسوی کی جلد اول کہلاتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

الف۔ کتاب الصلوٰۃ (ص ۲۲۔۲۰۵)، تیس (۳۰) جگہوں پر عالم گیریہ سے استفادہ ہے۔

ب۔ کتاب الزکوٰۃ (ص ۲۰۶۔۲۳۰)۔ پانچ (۵) جگہوں پر عالم گیریہ سے حوالے پیش کیے گئے ہیں۔

ج۔ کتاب الصیام (ص ۲۳۰۔۲۶۶)۔ نو (۹) مقامات پر عالم گیریہ کی عبارتیں موجود ہیں۔

د۔ کتاب الحج (ص ۲۶۶۔۳۳۹)۔ انتیس (۲۹) مسئلوں میں عالم گیریہ سے فقہی استفادہ کیا گیا ہے۔

ر۔ کتاب البیوع والمعاملات (ص ۳۴۰۔۴۱۸)۔ دو جگہ عالم گیریہ کا حوالہ ہے۔

س۔ کتاب الفرائض (ص ۴۱۸۔۴۵۰)۔ ایک مقام پر عالم گیریہ کا ذکر موجود ہے۔

مسوی کا الگ سے مطالعہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نہ اس کی فہرست موجودہ نسخے میں موجود ہے اور نہ الگ سے مخطوطہ دستیاب ہے۔ ☆

۲۔ شاہ ولی اللہؒ کا عالم اسلام کے دیگر مجامیع و مآخذ فقہیہ کے مقابلے میں فتاویٰ عالم گیری سے اس کثرت سے استفادہ برصغیر کے فقہی سرمائے کو علمی وقار عطا کرتا ہے۔ اس ضمن میں مؤطا کے متعلقہ ابواب اور عالم گیریہ کا الگ الگ مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

۳۔ مسویٰ کی جلد اول میں دیگر کتب فقہ سے بھی استفادہ نظر آتا ہے۔ شاہ صاحب بسا اوقات مسئلہ زیر بحث میں عالم گیریہ کے پہلو بہ پہلو چند اور کتبِ فقہ (ہدایہ، نورالانوار، شرح السنۃ، المنہاج) کا حوالہ اپنی تشریح کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ

☆ المسویٰ کا نیا ایڈیشن ابھی حال میں (۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ئ) مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی تقدیم و مراجعہ کے ساتھ المعہد العالی للدراسات الشرعیۃ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔ (رضی الاسلام)

سولہ (۱۶) مقامات پر عالم گیریہ کے ساتھ المنہاج کا بھی حوالہ دیا گیا ہے: (صفحات: ۱۲۴، ۱۳۹، ۱۵۶، ۱۶۵، ۲۰۱، ۲۱۸، ۲۲۹، ۲۳۷، ۲۴۸، ۲۷۰، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۹، ۲۸۵، ۳۲۳، ۳۳۰)۔ البتہ انھوں نے ان اقوال میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی ہے۔

۴۔ عالمی ملت اسلامیہ میں احناف وشوافع کی غالب اکثریت کو متوازن فقہی رویے کی آ گہی فراہم کرنا شاہ صاحب کی تطبیقی کاوشوں کا وہ سنہرا باب ہے جس کی بازگشت مسوی میں بھی سنائی دیتی ہے۔ چنانچہ برصغیر کے احناف کے لیے فتاویٰ عالمگیری اور شوافع کے لیے المنہاج اور نووی کی شرح السنۃ پر انحصار اسی فکر کا غماز ہے۔

۵۔ مسویٰ میں دیگر کتب فقہ یا فقہ الحدیث پر مشتمل کتب سے بھی استفادہ ملتا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ الہدایۃ، آٹھ (۸) بار۔ احادیث کے فقہی پہلوؤں کی وضاحت ملتی ہے۔

ب۔ شرح السنۃ، بتیس (۳۲) بار۔ مسویٰ میں حاشیے کی حیثیت سے مصفی کی احادیث/آثار کی وضاحت کی گئی ہے۔

ج۔ المنہاج: سولہ (۱۶) مقامات پر عالم گیریہ کے ساتھ اور سترہ مقامات پر تنہا یا کسی دوسرے فقہی مصدر کے ساتھ اس کا حوالہ مذکور ہے۔

د۔ الوقایۃ: بیس (۲۰) مسئلوں میں استفادہ کیا گیا ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ بھی فقہی مصادر کی ایک معتد بہ تعداد کا تذکرہ مسوی میں پایا جاتا ہے، جن کا ذکر طوالت کے خوف سے نہیں کیا جارہا ہے۔

۶۔ شاہ صاحب نے مسوی اور مصفّیٰ کی تدوین کا کام مؤطا کی احادیث ہی کو سامنے رکھ کر انجام دیا ہے۔ مصفی ان کی حیات ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی، لیکن اس کی اشاعت ان کی وفات کے کئی سال بعد ہوئی۔ مرتبین نے دونوں کے متون کو اس طرح ملا دیا ہے کہ وہ بالکل جڑواں نظر آتے ہیں۔ اور قلت کا لفظ اشارہ کر رہا ہے کہ شاہ صاحب نے قصداً دونوں کے متون کو 'توأم' بنانے کی دانستہ کوشش کی تھی۔

۷۔ مصفّیٰ کے متن میں ابواب بندی کا کام عربی زبان ہی میں کیا گیا ہے،